© rasailojaraid.com



# حرم کے فٹ پاتھ پر میں اور ذوالکفل

سلیم کوثر

سرزمینِ حرم کی عظمتوں کا اُس کی وسعتوں کا اندازہ لگانا ممکن ہی نہیں ہے آپ اُس کے محل وقوع کو، اُس کے رقبے کو، طول وعرض کی سطح پر پیمائش کر کے جغرافیائی حدود کے تمام حیلے استعمال میں لا کر نقشے پر نشاندہی کرتے ہوئے لکیریں کھینچ دیں گے۔ وہاں آباد افراد کی تعداد جدید معلوماتی سسٹم کے تحت دریافت کر کے لکھ دیں گے مگر حقیقت یہ ہے کہ سرزمینِ حرم کے رقبے کی پیمائش اور اُس کی آبادی کا اندازہ ہو ہی نہیں سکتا۔ میں اکثر سوچتا ہوں یہ جو صدیوں سے ہمہ وقت اس سرزمین کی طرف قافلے کھنچے چلے آتے ہیں اور دوبارہ یہاں آنے کی دُعاؤں اور تمناؤں اور حسرتوں اور آرزوؤں کے ساتھ اشک بار لوٹتے ہیں تو یہ سب یہاں کے شہری ہی تو ہیں۔ دنیا میں مسلمان جہاں بھی آباد ہیں اپنے روحانی اور جذباتی تعلق کی شدت وشہادت میں دیارِ حرم ہی کے باشندے ہیں۔ وہ اس سرزمین پر قدم رکھتے ہیں تو عقیدت اور خوشی کے مناظر دیدنی ہوتے ہیں جیسے وہ وطن سے اپنے وطن میں آ گئے ہوں۔ اپنے اندر ہونے والی تبدیلیوں کے تجربوں، مشاہدوں اور عشق کی اعلیٰ رمزیت کے ساتھ کیفیتوں کا ایک جہان سمیٹے جب وہ دوبارہ آنے کی دُعاؤں کے ساتھ لوٹتے ہیں تو اُن کے چہرے پر حضوری کے آثار دیکھنے والے ہوتی ہیں جو جہاں جتنی دوری پر ہے تو دوریوں کا یہ فاصلہ بھی اپنی قربتوں کی تہہ داریوں کے ساتھ اتنا ہی سرزمینِ حرم سے جا ملتا ہے اور اُس کی پیمائش دنیا کے ظاہری پیمانوں سے ہو ہی نہیں سکتی اور یوں مجھے ساری دنیا سرزمینِ حرم کا حصہ معلوم ہوتی ہے۔ یہ سرزمین تو اہلِ محبت کے لیے مقناطیس ہے جو دلوں کو سینے سے چمٹائے رکھتا ہے بس بلاوے کی دیر ہے۔ مگر نہیں ذرا ٹھہریے! بلاوا کیسا، ہم کون ہیں ہماری حیثیت ہی کیا ہے جو ہمیں بلایا جائے......تو پھر ہم کون......ہم تو اجازت طلب ہیں۔ ہر گھڑی، ہر آن، ہر ساعت اجازت طلب......ایک لامحدود قطار میں دستِ بدعا اجازت طلب......آنسوؤں کے نذرانے لیے بصد احترام اجازت طلب کھڑے ہیں......اللہ پاک ہمیں اجازت مرحمت فرماتے نہیں اپنے شہر میں آنے کی (جہاں کے ہم شہری ہیں) اپنے حبیب کے دربار تک قدم بوسی کی......یہ عشق کی رمزیں ہیں ہم ایسے گنہگاروں پر کہاں کھلتی ہیں......سو مجھے بھی اجازت نامہ مل گیا......ایک بار حج کی سعادت کے لیے (یہ داستانِ حرم بہت عجیب ہے آئندہ سہی) دوسری بار ۲۰۱۰ء میں مشاعرے کے بہانے عمرے کے لیے......یہ مشاعرہ اُردو مرکز جدہ کے زیرِ اہتمام عرصۂ دراز سے سال بہ سال منعقد ہو رہا ہے اس کے روحِ رواں جناب اطہر عباسی اور اُن کے احباب ہیں اور یہ سب جس اہتمام اور خوش سلیقگی کے ساتھ، اس عظیم الشان مشاعرے کو ترتیب دیتے ہیں اُس کی جتنی بھی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



داد دی جائے کم ہے۔اسی مشاعرہ میں ذوالکفل بخاری کو میں نے پہلی بار سنا۔لوگوں نے اسے محبت اور عقیدت سے خوش آمدید کہا۔وہ اُن کے درمیان اجنبی نہیں تھا سامعین اُس کی صلاحیتوں سے واقف تھے اور اُنہوں نے جی کھول کے داد سے نوازا یہی نہیں بلکہ اس لیے ایک احترام کا جذبہ اُن کے دلوں میں تھا۔دوسری بار میرے اعزاز میں سجائی گئی محفل میں شعر سنانے آیا اس بار اُس نے نظمیں سنائیں اور خوب داد پائی۔اس کی نظموں میں صحرائی نغمگی کی بہار تھی جس کی روشوں میں خزاں آنکھ مچولی کرتی ہوئی گزر رہی تھی۔نظموں کے آخر میں خزاں دبے پاؤں نکل جاتی تھی۔پھر کسی آواز کو جگہ مل جاتی اور یوں صحرائی نغمگی کی بہا سے نظم کا آنگن جل تھل ہو جاتا۔موضوع کی انفرادیت لفظوں کا ذرو بست ایک شاعرانہ نہر کے ساتھ اس کی شاعری کے خدوخال واضح کر رہا تھا۔مشاعرہ ختم ہو گیا۔

ایک دن حرم سے عمرہ کر کے حجام کی تلاش میں نکلا۔ایک آواز نے مجھے روک لیا ''سلیم بھائی السلام علیکم،عمرہ مبارک جی مبارک'' یہ ذوالکفل تھا اور پھر ہم دونوں باتیں کرتے ہوئے حجام کی دکان کی جانب چل پڑے۔اندر بھیڑ بہت تھی چنانچہ میں اور ذوالکفل باہر فٹ پاتھ پر بیٹھ گئے۔حرم کے فٹ پاتھ،جنت کی طرف جانے والے راستوں کی راہداریاں ہیں ان راہداریوں میں کتنے ہی دیدہ و نادیدہ زمانوں کے ہجوم کرتے ہوئے قافلے درود وسلام کی خوشبو میں نہائے ہوئے اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہیں۔انہیں راہداریوں کے ایک چھوٹے سے بہت ہی چھوٹے سے کونے پر اپنی عقیدتوں کی چادر پھیلائے ہوئے میں اور ذوالکفل بیٹھے تھے۔وہ سچ مچ مجھ سے محبت کرتا تھا۔تبھی تو اس نے مجھے میری بہت سی غزلوں کے اشعار اور نظموں کے بند سنائے،میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ یہاں مکّہ یونیورسٹی میں انگریزی پڑھاتا ہے میں نے اُسے ایک نظر دیکھا اُس کی آنکھوں کے روشن اور تابناک صفحوں پر تاریخ مہ وسال کے رت جگے تحریر تھے۔مجھے یاد ہے میں نے اسے کہا تھا کہ تم مجھے ازل ہی سے یہاں کے باشندے لگتے ہو۔فٹ پاتھ پر بیٹھے ہم دونوں کے بیچ گفتگو کا سلسلہ پھیلتا چلا گیا پھر حرم اور اہلِ حرم کی باتیں چل نکلیں اور وہ ایک والہانہ انداز میں وہاں کی بود وباش،وہاں کے ادب،وہاں کے موسموں کے بارے میں بتانے لگا۔ادھر ہند و پاک اور دنیا بھر میں آباد شاعروں کے اسے بے پناہ اشعار یاد تھے۔اپنے یاروں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی محبتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اُن کی شعری اور ادبی صلاحیتوں پر رائے دیتے ہوئے مسکراتا ہوا وہ میری کسی غزل یا نظم پر آرکتا۔ہم کب تک وہاں فٹ پاتھ پر بیٹھے رہے پتا ہی نہ چلا کہ وقت ہم دونوں کے بیچ چل رہا ہے یا ہم وقت کے درمیان سے گزر رہے ہیں،اُسے ملال تھا ہم اپنی تہذیب اور اپنی روایت کی پاسداری نہیں کر پا رہے۔مکالمہ گھمبیر ہوتا جا رہا تھا اور وہ کھلتا جا رہا تھا،بدلتے ہوئے زمانے میں تہذیبوں کے تصادم کے طور پر جو نظریہ اور پروپیگنڈہ پیش کیا جا رہا ہے اس میں نئی زندگی کے خدوخال غیر واضح صورتِ حال دھندلائے ہوئے منظروں میں گم تہذیب کے آثار ڈھونڈنا پھر اُنہیں واضح تبدیلیوں کے ساتھ ایک نئی خوبصورت دنیا کے ذائقوں سے ہمکنار کرنا کارِمحال تو نہیں مشکل ضرور ہے مگر اس میں آسانی یہ ہے کہ ہمیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ضابطۂ حیات کی جانب لوٹنا ہوگا۔آج کے مسائل پیچیدہ ہیں مگر ایک نادیدہ دائرہ کا آغاز



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ہو چکا ہے جو بظاہر دکھائی نہیں دیتا مگر موجود تو ہے اہلِ نظر اسے خوب دیکھ رہے ہیں اور اس دائرے کو اپنے منطقی انجام تک پہنچنا ہے۔ اس دائرے کو مکمل ہونا ہے اس گردش میں ہمارا کیا کردار ہے وہ طے کرنا یا پھر جو کردار ہمیں ادا کرنا ہے وہ طے کر دیا گیا ہے یہیں سے جبر و اختیار کا مسئلہ چل پڑا۔ گفتگو کا سلسلہ دراز ہوتا ہے ہم کچھ کچھ ایک دوسرے کو سمجھنے لگے تھے۔ آج آدمی کو ایک نامعلوم خوف کی پرچھائیوں سے نکالنے کا یہی راستہ ہے کہ اسے امن و آشتی کے محبتوں کے ازلی وابدی پیغام سے آشنا کر دیا جائے اور اس کی مہارِ منزل علم کے راستوں کی جانب موڑ دی جائے۔ بھیڑ چھٹ گئی تھی ہم اُٹھ کھڑے ہوئے اس سے زیادہ میرا تعارف ذوالکفل سے نہیں تھا اور اس سے زیادہ کی شاید ضرورت بھی نہیں تھی کہ ہم ایک دوسرے کے دل میں جگہ بنا چکے تھے بس یوں ہے کہ ایک ذہین، باصلاحیت اور کچھ بلکہ بہت کچھ کر گزرنے کا عزم رکھنے والا نوجوان مجھے بھولا کبھی نہیں اور بھولتا بھی کیوں کہ اس کا اور میرا ساتھ حرم کے فٹ پاتھ کا تھا۔ حرم کے فٹ پاتھ جو جنت کو جاتے ہوئے راستوں کی راہداریاں ہیں۔ ۲۰۱۱ء میں ایک بار پھر مشاعرے کے بہانے عمرے پر آ نکلا تھا۔ اس بار مشاعرے میں ذوالکفل نہیں تھا میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو احباب نے بڑے دکھ سے بتایا کہ پچھلے برس ایکسیڈنٹ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ میں تو جیسے سکتے میں آ گیا میں سب کی آنکھوں میں گہرے ملال کے ساتھ اسے دیکھتا رہا اور پھر ایک دن اسی فٹ پاتھ پر جا بیٹھا جہاں وہ میرے ساتھ تھا اتنا بڑا آدمی اور میرے ساتھ بیٹھا تھا مجھے سُن رہا تھا اُس نے مجھے کتنا بڑا کر دیا تھا میں اسے اپنے ساتھ لے آیا اور وہ خوشی خوشی آ بھی گیا۔

پچھلے دنوں محترم عطاء الحق قاسمی نے الحمرا آڈی ٹوریم میں ۲۳ / مارچ کے حوالے سے ایک کل پاکستان نئی نسل محفلِ مشاعرہ کا اہتمام کیا یہ محفل اپنی ترتیب و تہذیب میں دوسرے ہونے والوں مشاعروں سے ذرا مختلف تھی میں بھی اس میں شریک ہوا وہاں سے مجھے چیچہ وطنی جانا پڑا یہاں بھی ایک بڑے مشاعرے انعقاد کیا گیا تھا۔ اس کے برپا کرنے والے جناب اکرام الحق سرشار تھے جو میرے ذاتی دوست اور کرم فرما ہے۔ وہ اپنی دل داریوں کی سرشاریوں کے ساتھ ادبی منظر نامے کو سرشار کیے ہوئے ہیں۔ میں اُنہی کے یہاں ٹھہرا ہوا تھا یہاں ایک صبح ایک رسالہ پر میری نگاہ پڑی جس کے سرورق پر دو قبروں کی تصاویر تھیں اور نیچے جلی حروف میں شہید ذوالکفل بخاریؒ لکھا ہوا تھا میں نے جلدی سے اٹھایا اور ورق گردانی کرنے لگا۔ یہ سید ذوالکفل شہید کی یاد میں شائع ہونے والا ایک جریدہ تھا۔ ساڑھے تین سو سے زائد صفحات پر مبنی یہ رسالہ میرے لیے حیرت کدہ بنا ہوا تھا، ہر صفحہ مجھے حیران کیے ہوئے تھا۔ مجھے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ وہ اتنے عظیم الشان خانوادے کا چشم و چراغ ہے وہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا نواسہ تھا یہی تو خوبی تھی اس تربیت میں وہ عجز و کمال کے ان راستوں کا مسافر تھا جس کے دونوں طرف علم و آگہی، حکمت و دانش اور سُخن وری کے شجر سایہ کیے ہوئے تھے جن کی جڑیں اس کے اندر پھوٹ رہی تھیں۔ دنیا بھر کے ادیبوں، شاعروں، کالم نویسوں، ڈرانہ نگاروں، کہانی کاروں، علماء کرام، سیاست دانوں،



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



وزیروں، مشیروں، صدور کو نہیں تھا جس نے اُس کی موت کا غم ذاتی حوالوں سے نہ کیا ہو یہ سب لوگ کسی نہ کسی حوالے سے اس کی زندگی سے جڑے ہوئے تھے ان سب نے کھلے دل سے اس کی صلاحیتوں کا، اس کے احسانوں کا، اس کی مہمان نوازیوں کا اس کی شاعری کا اس کی خطابت کا اس کے علم و ہنر کا اعتراف کیا ہے۔ ہر صفحہ پر اُس کی یاد تھی اُس کے کارنامے تھے اُس کی شاعری تھی اُس کے بصیرت افروز مضامین تھے اور اس کی خداداد صلاحیتوں کا موسمِ جاریہ تھا۔ اردو، عربی، فارسی اور انگریزی یہ سب زبانیں وہ صرف جانتا ہی نہیں تھا بلکہ ان زبانوں میں لکھتا تھا اور انہیں بولتا تھا اور پڑھاتا تھا۔

وہ فضائے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی باہر نہیں آیا وہ سچا پکا مومن تھا، عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا، وہ اپنی زندگی کا ہر پل اسی عشق کی سرشاری میں عملی طور پر بسر کرنے والا عاشق تھا۔ میں اس کے ساتھ حرم کے فٹ پاتھ پر بیٹھا ہوں۔ حرم کے فٹ پاتھ جنت کو جانے والے راستوں کی راہداریوں کے ایک کونے میں اور ذوالکفل بیٹھے ہیں۔ میں نظر بچا کر اس کی یاد میں چھپنے والی کتاب پڑھتا ہوں اس میں لکھا ہے:

''فجر کا وقت تھا اور حج کا زمانہ، اس وقت حرم میں بیس لاکھ مقتدی تھے جو اس کے جنازہ پڑھنے میں شریک تھے۔ اس جنت المعلیٰ میں دفن کرنا چاہتے تھے مگر بہت سے رکاوٹیں درپیش تھیں اور یوں بھی غیر ملکیوں کو وہاں عموماً دفن نہیں ہونے دیتے داخلہ بھی بہت محدود ہوتا ہے مگر ہر اختیار کا مالک ومختار اللہ ہے صرف اللہ۔ وہ جانتا ہے کسے کہاں رہنا ہے کہاں جینا ہے اور کہاں مرنا ہے اور کہاں دفن ہونا ہے۔ اس وقت حرم میں ۱۴ جنازے تھے۔ ایک ذوالکفل کا تیرہ (۱۳) دوسرے صرف تین میتوں کو جنت المعلیٰ میں دفنانے کی اجازت ملی جن میں دوخواتین جو سعودی تھیں۔ اور ایک ذوالکفل (جو ازل ہی سے وہاں کا شہری تھا)۔ اور پھر یہی نہیں جانے کس شان و مرتبے کا آدمی تھا وہ اپنے رب کے حضور کتنا معزز اور باوقار تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ اسے جگہ بھی احاطہ بنو ہاشم میں اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں نصیب ہوئی۔ اللہ اکبر۔ اللہ کا کیسا برگزیدہ بندہ تھا وہ، مجھ پر رشک اور خوش بختی کے معنیٰ اور ان کی پُر اسراریت اپنی مکمل تاثیر و تکمیل اور کیفیتوں کے والہانہ احساس کے ساتھ کھل رہے ہیں۔ یہ حقیقت خیال ہی اندر سے مجھے زندگی کا ایک نیا آہنگ عطا کیے ہوئے کہ روزِ حشر، ذوالکفل کن کے قدموں سے اٹھایا جائے۔ اللہ اکبر، سلیم بھائی کہاں گم ہو گئے اُس فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوئے قریب سے پکارا۔ میں اپنی حیرت اور واقعہ کے سحر سے نکل کر اس کی آواز پر دھیان دیتا ہوں، کیا سوچ رہے ہیں آپ؟ اس نے مسکراتے ہوئے کہا، ایک نظم سنو پھر اس نے کئی نظمیں سنائیں، وہ اُٹھا ہم نے مصافحہ کیا اُس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ وہ ہر اچھے کام میں پہل کرنے کا عادی تھا۔ اس کا ہاتھ اب بھی میرے ہاتھ میں ہے، سب کہتے ہیں وہ چلا گیا...... تو پھر حرم کے باہر فٹ پاتھ پر یہ کون ہے جو میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔



© rasailojaraid.com